

# قرول آیات قرآن بکون زمین و آسمان

۱۴۳۹ھ



ALAHAZRAT NETWORK

الاحقرت نیٹ ورک

[www.alahazratnetwork.org](http://www.alahazratnetwork.org)

تصنیف لطیف

اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا

ALAHAZRAT NETWORK

الاحقرت نیٹ ورک

[www.alahazratnetwork.org](http://www.alahazratnetwork.org)

## نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان

(زمین اور آسمان کے ساکن ہونے کے بارے میں حق و باطل کے درمیان فرق کر نیوالی  
(قرآن مجید کی) آیتوں کا نازل ہونا)

تصنیف لطیف: اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا خاں بریلوی

[www.alahazratnetwork.org](http://www.alahazratnetwork.org)

یش کش:

اعلیٰ حضرت نیٹ ورک

برائے:

[www.alahazratnetwork.org](http://www.alahazratnetwork.org)

نام کتاب	:	نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان
تصنیف	:	اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ
کمپوزنگ	:	راؤ فضل الہی رضا قادری
ٹائٹل و ویب لے آؤٹ	:	راؤ ریاض شاہد رضا قادری
زیر سرپرستی	:	راؤ سلطان مجاہد رضا قادری

پیش کش:

**اعلیٰ حضرت نیٹ ورک**

[www.alahazratnetwork.org](http://www.alahazratnetwork.org)

E-mail: [fikrealahazrat@yahoo.com](mailto:fikrealahazrat@yahoo.com)

برائے:

[www.alahazratnetwork.org](http://www.alahazratnetwork.org)



بسم الله الرحمن الرحيم  
نحمده ونصلی علی رسولہ الکریم

مسئلہ:-

از موتی بازار لاہور مسئولہ مولوی حاکم علی صاحب ۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ  
یاسیدی اعلیٰ حضرت سلمکم اللہ تعالیٰ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اما بعد هذا من تفسیر جلالین ( ان الله یمسک السموات والارض ان  
تزوলা ) ای یمنعهما من الزوال ( تفسیر جلالین، تحت آیہ ۴۱/۳۵، مطبع مجتہائی دہلی،  
حصہ دوم ص ۳۶۵ )

، وایضا ( او لم تكونوا اقستم ) حلقتم ( من قیل ) فی الدنیا ( مالکم من  
زائلة ) ( زوال ) عنها الی الآخرۃ ( تفسیر جلالین، تحت آیہ ۴۲/۱۳، مطبع مجتہائی دہلی،  
حصہ اول ص ۲۰۸ )

وایضا ( وان ) ما ( کان مکرم ) وان عظم ( لتزول منه الجبال ) المعنی لا  
یعبأ به ولا یضر الا انفسهم والمراد بالجبال هنا قیل حقیقتها وقیل شرائع  
الاسلام المشبہة بها فی القرار والثبات وفی قراءة بفتح لام لتزول ورفع  
الفعل فان مخففة والمراد ( والمعنی ) ولان کان مکرم من الشدة بحیث  
تزلزل عنها الجبال وتنقطع عن اماکنها ( کمالین علی ہامش جلالین، تحت آیہ ۱۳/۴۶،  
مطبع مجتہائی دہلی، نصف اول ص ۲۰۸ ) ( معنی یہ ہیں کہ ان کا مکراس قدر شدید ہے کہ  
اس سے پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں کمالین۔ ) تعظیم مکرم وقیل المراد  
بالمکر کفرهم ویناسبه علی الثانیۃ تکاد السموات یتفطرن منه وتنشق  
الارض وتخر الجبال هذا و علی الاول ما ی و ما کان ( تفسیر جلالین، تحت آیہ  
۴۶/۱۳، مطبع مجتہائی دہلی، حصہ اول ص ۲۰۸ ) وسردار من دامت برکاتکم واین است از تفسیر  
حسینی ( ان الله ) بدرستی کہ خدائے تعالیٰ ( یمسک السموات والارض ) نگاہ  
میدارد آسمانہا و زمین را ( ان تزولا ) برائے آنکہ زائل نہ شوند از اماکن خود چہ ممکن را در حال  
بقانا چاراست از نگاہ دارند آوردہ اند کہ چون یہود و نصاریٰ عزیز و عیسے را بفرزند حق سجنہ



نسبت کردند آسمان و زمین نزدیک ہاں رسید کہ شکافتہ گرد و حق تعالیٰ فرمود کہ من بقدرت نگاہ می دارم ایشان را تا زوال نیابند یعنی از جائے خود نروند (تفسیر حسینی قادری، تحت آیہ ۴۱/۳۵، مطبع محمدی واقع بمبئی انڈیا، ص ۵۰۵) ایضاً (اولم تکونوا) در جواب ایشان گویند فرشتگان آیا نبودید شما کہ از روئے مبالغہ (اقسمتم من قبل) سو گندے خوردید پیش ازیں درد دنیا کہ شما پائیدہ و خوابیدہ بودید (مالکم من زوال) نباشد شمار ایچ زوالے مراد آنست کہ می گفتند کہ مادر دنیا خوابیم بود و بسرائے دیگر نقل خوابیم نمود (تفسیر حسینی قادری، تحت آیہ ۴۴/۱۴، مطبع محمدی واقع بمبئی انڈیا، ص ۴۱۹) و ایضاً (وان کان مکرهم) و بدرستی کہ بود مکر ایشان درختی و ہول ساختہ پرداختہ (لتزول) تا از جائے برود (منہ الجبال) زان مکر کوہ ہا۔ (تفسیر حسینی قادری، تحت آیہ ۴۶/۱۴، مطبع محمدی واقع بمبئی انڈیا، ص ۴۱۹)

بعد ازیں یہ تفسیر جلالین کی عبارت ہے (یشک اللہ تعالیٰ رو کے ہوئے ہے آسمانوں اور زمین کو کہ جنبش نہ کریں) یعنی ان کو زوال سے رو کے ہوئے ہے۔ یہ بھی اس میں ہے (تو کیا تم پہلے قسم نہ کھا چکے تھے) دنیا میں (نہیں ہے تمہیں) من زائدہ ہے (ہٹ کے کہیں جانا) دنیا سے آخرت کی طرف۔ اور یہ بھی اسی میں ہے (اور نہیں ہے ان کا مکر) اگرچہ بہت بڑا ہے (کہ اس سے پہاڑ ٹل جائیں) معنی یہ ہے کہ اس کا کوئی اعتبار نہیں اور ان کا نقصان خود انہی کو ہے۔ اور یہاں پہاڑوں سے مراد ایک قول کے مطابق حقیقتاً خود پہاڑ ہیں، اور ایک قول کے مطابق احکام شرع ہیں جن کو قرار و ثبات میں پہاڑوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ اور جس قراءۃ میں لتزول کا لام مفتوح اور فعل مرفوع ہے اس قراءۃ میں ان مخففہ ہوگا اور مراد ان کے مکر کی بڑائی۔ اور کہا گیا ہے کہ مکر سے مراد ان کا کفر ہے۔ اور قراءۃ ثانیہ کی صورت میں اس قول کی تائید قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ کرتی ہے (قریب ہے کہ آسمان اس سے پھٹ بڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ گر جائیں ڈھک کر) اور اول کی صورت میں جو پڑھا گیا ہے و ما کان یعنی نہیں تھا (ان کا مکر)، اور میرے سردار! آپ کی برکتیں ہمیشہ رہیں، یہ ہے تفسیر حسینی کی عبارت (ان اللہ) یشک اللہ تعالیٰ (بمسک السموات والارض) محفوظ رکھتا ہے آسمانوں اور زمین کو (ان تزولا) اس واسطے کہ اپنی جگہوں سے زائل نہ ہو جائیں کیونکہ ممکن کے لئے حالت بقاء میں کسی محافظ کا ہونا ضروری ہے۔ منقول ہے کہ جب یہود و نصاریٰ نے حضرت عزیر اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دیا تو آسمان و زمین پھٹنے کے قریب ہو گئے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اپنی قدرت کے ساتھ ان کو محفوظ رکھتا ہوں تا کہ یہ



زوال نہ پائیں یعنی اپنی جگہ سے ہٹ نہ جائیں۔ اسی میں ہے (اولم تکنونوا قسمتم من قبل) ان کے جواب میں فرشتے بطور مبالغہ کہیں گے کہ کیا تم نے اس سے پہلے دنیا میں قسمیں نہیں کھائی کہ تم دنیا میں ہمیشہ رہو گے اور سوئے رہو گے (مالکم من زوال) تمہارے لئے کوئی زوال نہیں ہوگا۔ مراد یہ ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ہم دنیا میں ہمیشہ رہیں گے اور دوسرے جہاں میں منتقل نہیں ہونگے۔ اور اسی میں ہے (وان کان مکروہم) یقیناً ان کا مکر سختی و ہولناکی میں اس حد تک بڑھا ہوا تھا کہ (لنزول منہ الجبال) اس کی وجہ سے پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جاتے۔

اے محبوب و محبت فقیر ایدکم اللہ تعالیٰ فی کل حال (اللہ تعالیٰ ہر حال میں آپ کی مدد فرمائے) جب کافروں کے زوال کے معنی ان کا اس دنیا سے دارالآخرۃ میں جانا مسلم ہوا تو معاملہ صاف ہو گیا کیونکہ کافر زمین پر پھرتے چلتے ہیں، اس پھرنے چلنے کا نام زوال نہ ہوا کہ یہ ان کا چلنا پھرنا اپنے اماکن میں ہے کہ جہاں تک اللہ تعالیٰ نے ان کو حرکت کرنے کا امکان دیا ہے وہاں تک ان کا حرکت کرنا ان کا زوال نہ ہوا۔ یہی حال پہاڑوں کا ہوا کہ ان کا اپنے اماکن سے زائل ہو جانا ان کا زوال ہوا، جب یہ حال ہے تو زمین کا بھی اپنے اماکن سے زائل ہو جانا اس کا زوال ہوگا اور اپنے اماکن میں اس کا حرکت کرنا زوال نہیں ہو سکتا۔ شکر ہے اس پروردگار کا کہ کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مجھے گریز نہ ہوا اور میری مشکل بھی از بارگاہ حل المشکلات حل ہو گئی برکت کلام کریم:

[www.alanazrainetwork.org](http://www.alanazrainetwork.org)

ومن یتقی اللہ یجعل لہ مخرجاً و یرزوقہ من حیث لا یحتسب (القرآن الکریم)

(۳۲/۶۵)

اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لئے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو۔

اور یہ اس طرح ہوا کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آسمان کے سکون فی مکان کی تصریح فرمادی مگر زمین کے بارے میں ایسا نہ فرمایا یعنی آسمان کی تصریح کی طرح تصریح نہ فرمائی یعنی خاموشی فرمائی، قربان جاؤں احسن الخالقین تبارک و تعالیٰ کے اور باعث خلق عالم ﷺ کے اور حضرت معلم التحیات رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کہ سائنس کی سرکوبی کے لئے زمین کے زوال اس کے اماکن سے کے معنی آپ کے اس تابعدار مجاہد کبیر پر عیاں فرمائے کہ زمین کے زوال نہ کرنے کے یہ معنی ہیں کہ جن اماکن میں اللہ تعالیٰ نے اس کا امساک کیا ہے اس سے یہ باہر نہیں سرک سکتی مگر ان اماکن میں اس کو حرکت امر کردہ شدہ عطا فرمائی ہوئی ہے جیسے کہ اس پر کافر چلتے پھرتے ہیں اور یہ ان کا زوال نہیں ہے، اسی طرح سے اپنے مدار میں سورج کی ہمراہی میں امساک کردہ شدہ ہے اور جاذبہ اور رفتار کیا ہے صرف اللہ پاک کے امساک کا ایک ظہور ہے اور کچھ نہیں، اب چاہیں تو جاذبہ اور رفتار دونوں کو معدوم کر دیں اور ہر چیز کو اس کے چیز میں ساکن فرمادیں اس سے زائل نہیں ہو سکتی جیسے کہ



سورج و الشمس تجری لمستقر لها (القرآن الکریم، ۳۸/۳۶) (اور سورج چلتا ہے اپنے ایک ٹھہراؤ کے لئے) کی رو سے اپنے مجرے میں امساک کیا گیا ہوا ہے اور اپنے مجرے میں چل رہا ہے مگر اس کے اس چلنے کا نام زوال نہیں بلکہ جریان ہے تو زمین کا بھی اپنے مدار میں اور سورج کی ہمراہی میں چلنا اس کا جریان ہے نہ کہ زوال۔

ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء (القرآن الکریم، ۲۱/۵) فالحمد للہ رب العلمین والشکر والمنۃ۔

یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو پرودگار ہے تمام جہانوں کا اور اس کا شکر اور احسان ہے۔

غریب نواز! کرم فرما کر میرے ساتھ متفق ہو جاؤ تو پھر ان شاء اللہ تعالیٰ نے سائنس کو اور سائنسدانوں کو مسلمان کیا ہوا ہاں الم نجعل الارض مہادا (القرآن الکریم، ۶/۷۸) (کیا ہم نے زمین کو پچھونا نہ کیا) کے بجائے الذی جعل لکم الارض مہدا (القرآن الکریم، ۱۰/۴۳) (وہ جس نے تمہارے لئے زمین کو پچھونا کیا) درج فرمادیں دیباچہ میں، سب کو سلام مسنون قبول ہو۔

## الجواب

www.alahazratnetwork.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی بامرہ قامت السماء والارض والصلوة والسلام علیٰ

شفیع یوم العرض والہ وصحبہ وابنہ و حزبہ اجمعین ، آمین !

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس کے حکم سے آسمان و زمین قائم ہیں، اور درود و سلام ہو روز

قیامت شفاعت کرنے والے پر اور ان کی آل، اصحاب، اولاد اور تمام امت پر۔ آمین !

مجاہد کبیر مخلص فقیر، حق طلب پذیر سلمہ اللہ القدیر! علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ سوال دن ہے آپ کی رجسٹری آئی میری ضروری کتاب کہ طبع ہو رہی ہے اس کی اصل کے صفحہ ۱۰۸۸ تک کاتب لکھ چکے اور صفحہ ۱۰۹۰ کے بعد سے مجھے تقریباً چالیس ۴۰ صفحات کے قدر مضامین بڑھانے کی ضرورت محسوس ہوئی، یہ مباحث جلیلہ دقیقہ پر مشتمل تھی، میں نے ان کی تکمیل مقدم جانی کہ طبع جاری رہے، ادھر طبیعت کی حالت آپ خود ملاحظہ فرما گئے ہیں وہی کیفیت اب تک ہے، اب بھی اسی طرح چار آدمی کرسی پر بٹھا کر مسجد کو لے جاتے لاتے ہیں، ان اوراق کی تحریر اور ان مباحث جلیلہ غامضہ کی تنقیح و تقریر سے مجھ پر تعالیٰ رات فارغ ہوا اور آپ کی محبت پر اطمینان تھا کہ اس ضروری دینی کام کی تقدیم کو ناگوار نہ رکھیں گے۔

آپ نے اپنا لقب مجاہد کبیر رکھا ہے مگر میں تو اپنے تجربے سے آپ کو مجاہد اکبر کہہ سکتا ہوں حضرت مولانا الاسد



الاسد الاشہد مولوی محمد وحسی احمد صاحب محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ کا لہجہ جلد سے جلد حق قبول کر لینے والا میں نے آپ کے برابر نہ دیکھا، اپنے جہے ہوئے خیال سے فوراً حق کی طرف رجوع لے آنا جس کا میں بارہا آپ سے تجربہ کر چکا نفس سے جہاد ہے اور نفس سے جہاد جہاد اکبر ہے تو آپ اس میں مجاہد اکبر ہیں باریک اللہ تعالیٰ و تقبل امین امید ہے کہ بعونہ تعالیٰ اس مسئلہ میں آپ ایسا ہی جلد از جلد قبول حق فرمائیں گے کہ باطل پر ایک آن کے کئے بھی اصرار میں نے آپ سے نہ دیکھا۔ واللہ الحمد۔

اسلامی مسئلہ یہ ہے کہ زمین و آسمان دونوں ساکن ہیں، گواکب چل رہے ہیں کل فی فلک یسبحون ہر ایک ایک فلک میں تیرتا ہے، جیسے پانی میں مچھلی۔ اللہ عزوجل کا ارشاد پیش نظر ہے:

ان اللہ یمسک السموات والارض ان تزولا ○ ولئن زالتا ان امسکھما

من احد من بعده انه حلیم غفور ○

بیشک اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کو روکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائیں اور اگر وہ سرکیں تو اللہ تعالیٰ کے سوا انہیں کون روکے، بے شک وہ حلیم والا بخشنے والا ہے۔

میں یہاں اولاً اجمالاً چند حروف گزارش کروں کہ انشا اللہ تعالیٰ آپ کی حق پسندی کو وہی کافی ہوں۔ پھر قدرے

[www.alahazratnetwork.org](http://www.alahazratnetwork.org)

تفصیل۔

اجمال یہ فقہ الصحابہ بعد الخلفاء الاربعہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود صاحب سر رسول صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے اس (آیہ کریمہ سے مطلق حرکت کی نفی مانی، یہاں تک کہ اپنی جگہ قائم رہ کر محور پر گھومنے کو بھی زوال بتایا (دیکھئے نمبر 2)

حضرت امام ابو مالک تابعی ثقہ جلیل تلمیذ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے زوال کو مطلق حرکت سے تفسیر کیا (دیکھئے آخر نمبر 2)

ان حضرات سے زائد عربی زبان و معنی قرآن سمجھنے والا کون!

علامہ نظام الدین حسن نیشاپوری نے تفسیر رغائب الفرقان میں اس آیہ کریمہ کی تفسیر فرمائی (ان تزولا) کراہتہ زوالہما عن مقرہما و مرکزہما (غرائب القرآن) (تفسیر نیشاپوری) تحت آیہ ۳۵/۳۱، مصطفیٰ البابی مصر، ۸۴/۲۲ (یعنی اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کو روکے ہوئے ہے کہ کہیں اپنے مقرر و مرکز سے ہٹ نہ جائیں۔ مقرر ہی کافی تھا کہ جائے قرار و آرام ہے قرار و سکون ہے، منافی حرکت، قاموس سے آتا ہے قوسکن (القاموس المحیط، باب الراء، فصل القاف، مصطفیٰ البابی مصر، ۱۱۹/۲) مگر انہوں نے اس پر اکتفا نہ کیا، بلکہ اس کا عطف تفسیری مرکزہما زائد کیا۔ مرکز جائے رکز، رکز گاڑنا،



جمانا یعنی آسمان وزمین جہاں جھے ہوئے گڑے ہوئے ہیں وہاں سے نہ سرکیں نیز غرائب الفرقان میں زیر قولہ تعالیٰ (الذی جعل لكم الارض فراشا) (اور جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا) فرمایا:

لا يتم الا فتراش عليها ما لم تكن ساكنة، و يكفى في ذلك ما عطاها خالقها وركز فيها من الميل الطبيعي الى الوسط الحقيقي بقدرته واختياره ان الله يمسك السموات والارض ان تزولا (غرائب القرآن) تفسیر نیشاپوری) تحت آیت ۲۲/۲، مصطفیٰ البابی مصر، ۱۹۲/۱ و ۱۹۳

زمین کو بچھونا بنانا اس وقت تک تام نہیں ہوتا جب تک وہ ساکن نہ ہو۔ اور اس میں کافی ہے وہ جو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت و اختیار کے ساتھ اس میں وسط حقیقی کی طرف میل طبعی مرکز فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بیشک اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائیں۔

اسی آیت کے نیچے تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی میں ہے:

اعلم ان كون الرض فراشا مشروط بكونها ساكنة، فالارض غير متحركة لا بالا ستدارة ولا بالا استقامة، وسكون الارض ليس الامن الله تعالى بقدرته و اختياره، ولهذا قال الله تعالى ان الله يمسك السموات والارض ان تزولا (مفتاح الغيب) (التفسير الكبير) تحت آیت ۲۲/۲، المطبعة المصرية بميدان الازهر، ۲/۳-۱۰۲ (۱۰۲ ملقطاً)

جان لے کہ زمین کا بچھونا ہونا اس کے ساکن ہونے کے ساتھ مشروط ہے۔ لہذا زمین نہ تو حرکت مستدیرہ کے ساتھ متحرک ہے اور نہ ہی حرکت مستقیمہ کے ساتھ۔ اور اس کا ساکن ہونا محض اللہ تعالیٰ کی قدرت و اختیار سے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائیں۔ الخ النقاط۔

قرآن عظیم کے وہی معنی لینے ہیں جو صحابہ تابعین و مفسرین معتمدین نے لئے ان سب کے خلاف وہ معنی لینا جن کا پتا نصرانی سائنس میں ملے مسلمان کو کیسے حلال ہو سکتا ہے، قرآن کریم کی تفسیر بالرائے اشد کبیرہ ہے جس پر حکم ہے:

فليتنبؤ مقعده من النار (جامع الترمذی، ابواب التفسیر، باب ما جاء في الذی يفسر القرآن برأيه، امین کمپنی دہلی، ۱۱۹/۲)

وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔

یہ تو اس سے بھی بڑھ کر ہوگا کہ قرآن مجید کی تفسیر اپنی رائے سے بھی نہیں بلکہ رائے نصاریٰ کے موافق، والعیاذ باللہ



یہ حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما وہ صحابی جلیل القدر ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اسرار سکھائے ان کا لقب ہی صاحب سر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، ان سے اسرار حضور ﷺ کی باتیں پوچھتے، اور عبد اللہ تو عبد اللہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ یہ جو فرمائیں اسے مضبوط تھا موت تمسکو البعہ ابن مسعود (جامع الترمذی، ابواب المناقب، مناقب عبد اللہ ابن مسعود، امین کمپنی دہلی، ۲۲۱/۲) (حلیۃ الاولیاء، ذکر عبد اللہ ابن مسعود، دار الکتاب العربی بیروت، ۱۲۸/۱)

ایک حدیث میں ارشاد ہے:

رضیت لامتی مارضی لہا ابن ام عبدو کرہت لامتی ما کرہ لہا ابن ام عبد (مجمع الزوائد، کتاب المناقب، مناقب عبد اللہ ابن مسعود، دار الکتاب العربی بیروت، ۲۹۰/۹)

میں نے اپنی امت کے لئے پسند فرمایا جو اس کے لئے عبد اللہ ابن مسعود پسند کریں اور میں نے اپنی امت کے لئے ناپسند رکھا جو اس کے لئے ابن مسعود ناپسند رکھیں۔ اور خود ان کے علم قرآن کو اس درجہ ترجیح بخشی کہ ارشاد فرمایا:

استقرأ القرآن من اربعۃ من عبد اللہ ابن مسعود (الحدیث) (صحیح البخاری، کتاب المناقب، مناقب عبد اللہ ابن مسعود، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۵۳۱/۱) (صحیح مسلم، کتاب الفقہائل، فضائل عبد اللہ ابن مسعود، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۲۹۳/۲)

قرآن چار شخصوں سے پڑھو۔ سب میں پہلے عبد اللہ ابن مسعود کا نام لیا۔ یہ حدیث صحیح بخاری و مسلم میں بروایت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔ اور عجائب نعمائے الہیہ سے یہ کہ آیت کریمہ ان تزلوا کی تفسیر اور یہ کہ محور پر حرکت بھی موجب زوال ہے۔ چہ جائے حرکت علی المدار۔ ہم نے دو صحابی جلیل القدر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی، دونوں کی نسبت حضور انور ﷺ کا ارشاد ہے کہ یہ جو بات تم سے بیان کریں اس کی تصدیق کرو۔ دونوں حدیثیں جامع ترمذی شریف کی ہیں اول:

ما حد ثکم ابن مسعود فصدقوہ (جامع الترمذی، ابواب المناقب، مناقب عمار بن یاسر، امین کمپنی دہلی، ۲۲۱/۲) (مسند احمد بن حنبل، حدیث حذیفہ بن الیمان، المکتب الاسلامی بیروت، ۳۸۵/۵ و ۴۰۲)

جو بات تم سے ابن مسعود بیان کرے اس کی تصدیق کرو۔



دوم:

ماحدثکم حذیفة فصد قوه (جامع الترمذی، ابواب المناقب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، مناقب حذیفة ابن الیمان، امین کمپنی دہلی، ۲۲۲/۲)

جو بات تم سے حذیفة بیان کرے اس کی تصدیق کرو۔  
اب یہ تفسیر ان دونوں حضرات کی نہیں، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اسے مانو اس کی تصدیق کرو  
والحمد لله رب العالمین ہمارے معنی کی تو یہ عظمت شان ہے کہ مفسرین سے ثابت، تابعین سے ثابت، اجلہ صحابہ کرام سے ثابت، خود حضور سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام سے اس کی تصدیق کا حکم۔  
اور عنقریب ہم بفضل اللہ تعالیٰ اور بہت آیات اور صدہا احادیث اور اجماع امت اور خود اقرار مجاہد کبیر سے اس معنی کی حقیقت اور زمین اور زمین کو سکون مطلق ثابت کریں گے۔ وباللہ التوفیق۔

آپ نے جو معنی لئے کیا کسی صحابی، کسی تابعی، کسی امام، کسی تفسیر، یا جانے دیجئے کسی چھوٹی سے چھوٹی کسی اسلامی عام کتاب میں دکھا سکتے ہیں کہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ زمین گرد آفتاب دورہ کرتی ہے اللہ تعالیٰ اسے صرف اتنا روکے ہوئے ہے کہ اس مدار سے باہر نہ جائے لیکن اس پر اسے حرکت کرنے کا امر فرمایا ہے۔ حاشا للہ! ہرگز کسی اسلامی رسالہ، پرچے، ورقہ سے اس کا پتا نہیں دے سکتے، سوائے انصاف کر لیں گے کہ معنی قرآن وہ لئے جائیں یا یہ۔ مجاہد مخلصا! وہ کون سا نص ہے جس میں کوئی تاویل نہیں گڑھ سکتے، یہاں تک کہ قادیانی کافر نے خاتم النبیین (القرآن الکریم، ۱۳۳/۴) میں تاویل گھڑ دی کہ رسالت کی افضلیت ان پر ختم ہو گئی ان جیسا کوئی رسول نہیں۔ (تحذیر الناس، کتب خانہ رحیمہ سہارن پور انڈیا، ص ۴) نا تو توئی نے گھڑ دی کہ وہ نبی بالذات ہیں اور نبی بالعرض، اور موصوف بالعرض کا قصہ بالذات پر ختم ہو جاتا ہے ان کے بعد بھی اگر کوئی نبی ہو تو ختم نبوت کے خلاف نہیں (تحذیر الناس، کتب خانہ رحیمہ سہارن پور انڈیا، ص ۲۵) کہ یونہی کوئی مشرک لا الہ الا اللہ میں تاویل کر سکتا ہے کہ اعلیٰ میں حصر ہے یعنی اللہ کے برابر کوئی خدا نہیں اگرچہ اس سے چھوٹے بہت سے ہوں جیسے حدیث شریف میں ہے:

لافتی الاعلیٰ لاسیف الا ذو الفقار (الاسرار المرفوعة، حدیث ۱۰۶۰، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ص ۲۶۵)

نہیں ہے کوئی جو ان مگر علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) اور نہیں ہے کوئی تلوار مگر ذو الفقار۔

دوسری حدیث:

لا وجع الا وجع العین ولا هم الا هم الدین (الدرر المنشر فی الاحادیث المشترکہ،



حرف لا، حدیث ۴۴۹، المکتب الاسلامی بیروت، ص ۱۸۷

درد نہیں مگر آنکھ کا درد اور پریشانی نہیں مگر قرض کی پریشانی ایسی تاویلوں پر خوش نہیں ہونا چاہیے، بلکہ جو تفسیر ماثور ہے اس کے حضور سر رکھ دیا جائے اور جو مسئلہ تمام مسلمانوں میں مشہور و مقبول ہے مسلمان اسی پر اعتقاد لائے۔

مجی مخلصی! اللہ عزوجل نے آپ کو پکا مستقل سنی کیا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ آپ سے پہلے رافضی جو مرتد نہ تھے کا ہے سے رافضی ہوئے، کیا اللہ یا قرآن یا رسول یا قیامت وغیرہ ضروریات دین سے کسی کے منکر تھے؟ ہرگز نہیں، انہیں اسی نے رافضی کیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عظمت نہ کی۔ مجاہد! دل کو صحابہ کی عظمت سے مملو کر لینا فرض ہے انہوں نے قرآن کریم صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے معنی سیکھے۔ ان کے ارشاد کے آگے اپنی فہم ناقص کی وہ نسبت سمجھنی بھی ظلم ہے جو ایک علامہ متحبر کے حضور کسی جاہل گنوار بے تمیز کو۔ مجاہد! صحابہ اور خصوصاً حذیفہ و عبد اللہ ابن مسعود جیسے صحابہ کی یہ کیا عظمت ہوئی؟ اگر ہم خیال کریں کہ جو معنی قرآن عظیم انہوں نے سمجھے غلط ہیں، ہم جو سمجھے وہ صحیح ہیں، میں آپ کو اللہ عزوجل کی پناہ میں دیتا ہوں، اس سے کہ آپ کے دل میں ایسا خطرہ بھی گزرے۔ فاللہ خیر حافظا و ہوا رحمہم الراحمین (القرآن الکریم، ۴۰/۳۳) (تو اللہ تعالیٰ سب سے بہتر نگہبان اور ہر مہربان سے بڑھ کر مہربان ہے) میں امید واثق رکھتا ہوں کہ اسی قدر اجماع جمیل آپ کے انصاف بڑیوں کو بس۔ اب قدرے تفصیل میں بھی عرض

کروں:

(۱)

زوال کے اصل معنی سرکنا، ہٹنا جانا، حرکت کرنا، بدلنا ہیں۔ قاموس میں ہے:

الزوال الذهاب والا ستحالة (القاموس المحیط، فصل الزاء باب اللام، تحت لفظ

الزوال، مصطفیٰ البابی مصر، ۴۰۲/۳)

زوال کا معنی ہے جانا اور ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہونا۔

اسی میں ہے:

کل ماتحول فقد حال واستحال (القاموس المحیط، فصل الحاء باب اللام، تحت لفظ

الحول، مصطفیٰ البابی مصر، ۳۷۴/۳)

ہر وہ جس نے جگہ بدلی تو بیشک اس نے حال بدلا اور ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل

ہوا۔



ایک نسخہ میں ہے: کل ماتحروک اور تغیر (تاج العروس، فصل الحاء من باب اللام، تحت لفظ ”الحول“ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۲۹۳/۷) (ہر وہ جس نے حرکت کی یا تبدیل ہوا)  
یونہی عباب میں ہے: تحول اور تحروک (تاج العروس، بحوالہ العباب من باب اللام، تحت لفظ ”الحول“ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۲۹۳/۷) (بدلایا حرکت کی)  
تاج العروس میں ہے:

ازال الله تعالى زواله ای اذهب الله حرکته وزال زواله ای ذهب حرکته  
(تاج العروس، فصل الزاء من باب اللام، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۳۶۲/۷)  
(ازال اللہ) اللہ تعالیٰ نے اس کے زوال کا ازالہ فرمایا یعنی اس کی حرکت کو ختم فرمادیا۔ اور اس کا  
زوال زائل ہوا یعنی اس کی حرکت ختم ہوگئی۔  
نہایہ ابن اثیر میں ہے۔

فی حدیث جندب الجہنی ”والله لقد خالطه سهمی ولو كان زائلة  
لتحروک الزائلة کل شئی من الحيوان يزول عن مكانه ولا يستقر، وكان  
هذا المرمی قد سکن نفسه لا يتحرك لتلايحه به فيجهز عليه (النهائي في  
غريب الحديث والاثار، باب الزاء مع الواو، تحت لفظ ”زوال“، مکتبۃ الاسلامیہ بیروت،  
۳۱۹/۲)

جندب جہنی کی حدیث میں ہے بخدا میرا تیرا اس میں پیوست ہو گیا، اگر اس میں حرکت کی طاقت  
ہوتی تو وہ حرکت کرتا۔ ”زائلة“ اس حیوان کو کہتے ہیں جو اپنی جگہ سے ہٹ جائے اور قرار نہ پکڑے  
۔ جس کو تیر لگا تھا اس نے اپنے آپ کو حرکت سے روک لیا تاکہ اس کے بارے میں پتہ نہ چل سکے  
اور اس کو ہلاک نہ کر دیا جائے۔

(۱)

دیکھو! زوال بمعنی حرکت ہے اور قرآن عظیم نے آسمان و زمین سے اس کی نفی فرمائی تو حرکت زمین و حرکت آسمان  
دونوں باطل ہونیں۔

(ب)

”زوال“ جانا اور بدلنا ہے، حرکت محوری میں بدلنا ہے اور مدار پر حرکت میں جانا بھی، تو دونوں کی نفی ہوئی۔

(ج)

نہایہ اور درنثر امام جلال الدین سیوطی میں ہے:

الزویل الا نزعاج بحيث لا يستقر على المكان وهو الزوال بمعنى  
(النہایہ فی غریب الحدیث والاثار، باب الزاء مع الواو، تحت لفظ ”زوال“، مکتبۃ الاسلامیہ  
بیروت، ۳۲۰/۲)

”زویل“ کا معنی بے قراری ہے اس طور پر کسی ایک جگہ قرار نہ پکڑے۔ زویل اور زوال کا معنی  
ایک ہی ہے۔

قاموس میں ہے:

زعجه واقلقه وقلعه من مكانه كازعجه فانزعج (القاموس المحيط، فصل  
الراء، والزای، باب الجیم تحت لفظ زعجه مصطفیٰ البابی مصر، ۱۹۸/۱)

اس کو بے قرار و مضطرب کیا اور اس کو اپنی جگہ سے ہٹایا، جیسے اس کو بے قرار کیا تو وہ بے قرار ہو گیا۔  
لسان میں ہے:

الازعاج نقيض الاقرار (لسان العرب، تحت لفظ ”زعجه“ دار صادر بیروت، ۲۸۸/۲)  
ازعاج (بے قرار کرنا) اقرار (ایک جگہ ٹھہرانے) کی ضد ہے۔

تاج میں ہے:

قلق الشئ قلقاً وهوان لا يستقر في مكان واحد (تاج العروس، فصل القاف،  
تحت لفظ ”القلق“ وارا حياء التراث العربی بیروت، ۵۸/۷)

قلق الشئ قلقاً کا معنی یہ ہے کہ شے ایک جگہ میں قرار نہ پکڑے۔  
مفردات امام راغب میں ہے:

قرفی مكانه قراراً ثبت ثبوتاً جامداً واصله من القرو هو البرد وهو يقتضي  
السكون والحر يقتضي الحركة (المفردات فی غرائب القرآن، القاف مع الراء،  
نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، ص ۳۰۶)

قرفی مكانه بقر قراراً کا معنی یہ ہے کہ شے اپنی جگہ ثابت ہو کر ٹھہر گئی۔ یہ اصل میں مشتق ہے قر  
سے، جس کا معنی سردی ہے اور وہ سکون کا تقاضا کرتی ہے جبکہ گرمی حرکت کی مقتضی ہے۔

قاموس میں ہے:



قرباً لمكان ثبت وسكن كاستقر (القاموس المحیط، فصل القاف، باب الراء، مصطفیٰ  
البابی مصر، ۱۱۹/۲)

قرباً لمكان کا معنی ٹھہرنا اور ساکن ہونا جیسا کہ استقر کا معنی بھی یہی ہے۔  
دیکھو زوال انزعاج ہے، اور انزعاج قلق اور قلق مقابل قرار اور قرار سکون ہو تو زوال مقابل سکون ہے اور مقابل  
سکون نہیں مگر حرکت، تو ہر حرکت زوال ہے۔ قرآن عظیم آسمان و زمین کے زوال سے انکار فرماتا ہے۔ لاجرم ان کی ہرگونہ  
حرکت کی نفی فرماتا ہے  
(و)

صراح میں ہے:

زائکہ جنیدہ و روندہ و آئندہ (صراح، فصل الزاء، باب اللام، نو لکھنؤ، ص ۳۴۳)  
زائکہ کا معنی جنبش کرنیوالا، جانیوالا اور آئیوالا ہے۔  
زمین اگر محور پر حرکت کرتی جنیدہ ہوتی اور مدار پر تو آئندہ و روندہ بھی بہر حال زائکہ ہوتی اور قرآن عظیم اس کے  
زوال کو باطل فرماتا ہے۔ لاجرم اس سے ہر نوع حرکت زائل۔

[www.alhazratnetwork.org](http://www.alhazratnetwork.org)

(۲)

کریمہ وان كان مكرهم لتزول منه الجبال (القرآن الکریم، ۱۴ / ۴۶) ان کا مکر اتنا نہیں جس سے  
پہاڑ جگہ سے ٹل جائیں، یا اگرچہ ان کا مکر ایسا بڑا ہو کہ جس سے پہاڑ ٹل جائیں، یہ قطعاً ہماری ہی مویذ اور ہرگونہ حرکت جبال کی  
نفی ہے۔  
(الف)

ہر عاقل بلکہ غنی تک جانتا ہے کہ پہاڑ ثابت ساکن و مستقر ایک جگہ جمے ہوئے ہیں جن کو اصلاً جنبش نہیں۔ تفسیر عنایہ  
القاضی میں ہے:

ثبوت الجبل يعرفه الغبی والذکی (عنایہ القاضی وکفایہ الراضی، حاشیہ الشہاب،

تحت آیت ۴۶/۱۴، دار صادر بیروت، ۵/۲۷۷)

پہاڑ کے ثبوت و قرار کو کند ذہن اور تیز ذہن والا دونوں جانتے ہیں۔  
قرآن عظیم میں ان کو دو اسی فرمایا، اسی ایک جگہ جما ہوا پہاڑ، اگر ایک انگل بھی سرک جائے قطعاً زوال  
الجبل صادق آئے گا نہ یہ کہ دنیا میں لڑھکتا پھرے۔ اور زوال الجبل نہ کہا جائے ثبات و قرار ثابت رہی کہ ابھی دنیا سے

آخرت کی طرف گیا ہی نہیں زوال کیسے ہو گیا۔ اپنی منقولہ عبارت جلالین دیکھئے: پہاڑ کے اسی ثبات و استقرار پر شراعی اسلام کو اس سے تشبیہ دی ہے جس کا ذرہ بھر ہلانا ممکن نہیں۔

(ب)

اسی عبارت جلالین کا آخر دیکھئے: کہ تفسیر دوم پر یہ آیت کریمہ و تخر الجبال هداً کے مناسب ہے یعنی ان کی ملعون بات ایسی سخت ہے جس سے قریب تھا کہ پہاڑ ڈھ کر گر پڑتے۔ یونہی معالم التنزیل میں ہے:

وهو معنى قوله تعالى و تخر الجبال هداً (معالم التنزیل) (تفسیر البغوی) تحت

آیت ۹۰/۱۹ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۳/۳۲

اور یہی معنی ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کا ” اور پہاڑ ڈھ کر گر پڑتے۔

یہ مضمون ابو عبیدہ و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم نے عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا، نیز جو ابن جویر ضحاک سے راوی ہوئے کقولہ تعالیٰ و تخر الجبال هداً (جامع البیان عن الضحاک) (تفسیر ابن جریر) تحت آیت ۱۶/۱۲ اذ ارحیاء التراث العربی بیروت) (جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ” اور وہ پہاڑ گر جائیں گے ڈھ کر“ اسی طرح قتادہ شاگرد انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، ظاہر ہے کہ ڈھ کر گرنا اس جنگل سے بھی اسے نہ نکال دے گا جس میں تھانہ نہ دنیا سے، ہاں جما ہوا ساکن مستقر نہ رہے گا، نو اسی کوزواں سے تعبیر فرمایا اور اسی کی نفی زمین سے فرمائی تو وہ ضرور جمی ہوئی ساکن مستقر ہے۔

(ج)

رب عز وجل نے سیدنا موسیٰ علی نبینا الکریم وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے فرمایا:-

لن ترانی ولكن انظر الى الجبل استقر مكانه فسوف ترانی (القرآن الکریم،

۱۴۳/۷)

تم ہرگز مجھے نہ دیکھو گے ہاں پہاڑ کی طرف دیکھو اگر وہ اپنی جگہ ٹھہرا رہے تو عنقریب تم مجھے دیکھ لو گے۔

پھر فرمایا:

فلما تجلی ربہ للجبل جعله دكا وخر موسیٰ صعقا (القرآن الکریم، ۱۴۳/۷)

جب ان کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی اسے ٹکڑے کر دیا اور موسیٰ غش کر گرے۔

کیا ٹکڑے ہو کر دنیا سے نکل گیا یا ایشیا یا اس ملک سے؟ اس معنی پر تو ہرگز جگہ سے نہ ٹلا، ہاں وہ خاص محل جس میں جما



ہوا تھا، وہاں جمانہ رہا، تو معلوم ہوا اسی قدر عدم استقرار کو کافی ہے اور اوپر گزرا کہ عدم استقرار عین زوال ہے زمین بھی جہاں جمی ہوئی ہے وہاں سے سر کے، تو بیشک زائلہ ہوگی اگرچہ دنیا یا مدار سے باہر نہ جائے۔

(د)

اس آئیہ کریمہ کے نیچے تفسیر ارشاد العقل السليم میں ہے:

وان كان مكرهم في غاية المتانة والشدة معد، الا زالة الجبال عن

مقارها (ارشاد العقل السليم (تفسير ابي مسعود) تحت آیت ۱۴/۳۶ دار

احياء التراث العربی بیروت، ۵/۵۸)

اگرچہ ان کا مکر مضبوطی اور سختی کی زیادتی کے سبب سے پہاڑوں کو اپنی جگہوں سے ہٹانے کی

صلاحیت رکھتا تھا۔

نیشاپوری میں ہے: ازالة الجبال عن اماكنها (غرائب القرآن و رغائب القرآن، تحت آیت ۱۴/۳۶، مصطفیٰ

البابی مصر، ۱۳/۱۳۲) (پہاڑوں کو ان کی جگہ سے ہٹانا)

خازن میں ہے: زال عن اماكنها (الباب التأويل في معاني التنزيل (تفسير خازن) تحت آیت ۱۴/۳۶، مصطفیٰ

البابی مصر، ۴/۵۳) (پہاڑ اپنی جگہوں سے ہٹ جائیں)، کشف میں ہے: تنقطع عن اماكنها (الكشاف، تحت آیت ۱۴/۳۶،

مکتب الاعلام الاسلامی قم ایران، ۲/۵۶۶) (پہاڑ اپنی جگہوں سے اکھڑ جائیں)، مدارک میں ہے: تنقطع عن

اماكنها (مدارک التنزيل (تفسير نسفي) ۱۳/۳۶، دار الکتاب العربی بیروت، ۲/۲۶۶) (پہاڑ اپنی جگہوں سے جدا ہو جائیں)،

اسی کے مثل آپ نے کمالین سے نقل کیا یہاں بھی مکان و مقر سے قطعاً وہی اقرار ہے جو کریمہ، فان استقر مكانه (القرآن

الکریم، ۷/۱۳۳) میں تھا ارشاد کا ارشاد مقارھا جاہائے قرار اور کشف کا لفظ تنقلع خاص قابل لحاظ ہے کہ اکھڑ جانے ہی کو

زوال بتایا ہے۔

(ه)

سعید بن منصور اپنے سنن اور ابن ابی حاتم تفسیر میں حضرت ابو مالک غزو ان غفاری کو فی استاذ امام سدی کبیر و تلمیذ

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی:

وان كان مكرهم لتزول منه الجبال قال تحركت (تفسير القرآن العظيم (ابن ابی

حاتم) تحت آیت ۱۴/۳۶، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، ۷/۲۲۵۲)

اگرچہ ان کا مکر اس حد تک تھا کہ اس سے پہاڑ ٹل جائیں۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا



اس کا معنی یہ ہے کہ حرکت کریں۔

انہوں نے صاف تصریح کر دی ہے کہ زوال جبال ان کا حرکت کرنا جنبش کھانا ہے، اسی کی زمین سے نفی ہے۔ واللہ

الحمد

(۳)

اوپر گزرا کہ زوال مقابل قرار و ثبات ہے اور قرار و ثبات حقیقی سکون مطلق ہے۔ دربارہ قرار عبارت امام راغب گزری۔ اور قاموس میں ہے:

المثبت كمكرم من لا حراك به من المرض وبكسر الباء الذي ثقل فلم  
يسرح الفراش و داء ثبات بالضم معجز عن الحركة (القاموس المحيط، فصل التاء  
والثاء، باب التاء، مصطفى البابي مصر، ۱۵۰/۱)

مثبت بروزن مکرم وہ شخص ہے جس میں بیماری کی وجہ سے حرکت نہ ہو، اور اگر مثبت یعنی باء  
کسرہ کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ہوگا وہ شخص جس کی بیماری بڑھ گئی اور وہ صاحب فراش ہو گیا  
۔ اور داء کا معنی ثبات ہوا، ثاء پر ضمہ کے ساتھ، یعنی حرکت سے عاجز کر دینے والا مرض۔

مگر تو سعا قرار و ثبات ایک حالت پر بقاء کو کہتے ہیں اگرچہ اس میں سکون مطلق نہ ہو تو اس کا مقابل زوال اسی حالت  
سے انفصال ہوگا۔ یونہی مقرر و مستقر و مکان ہر جسم کے لیے حقیقہ وہ سطح یا بعد مجرد یا موہوم ہے جو جمیع جوانب سے اس جسم کو حاوی  
اور اس سے ملاصق ہے۔ یعنی علمائے اسلام کے نزدیک وہ فضائے متصل جسے یہ جسم بھرے ہوئے ہے ظاہر ہے کہ وہ دبے  
سرکنے سے بدل گئی، لہذا اس حرکت کو حرکت ایضہ کہتے ہیں یعنی جس سے دمبدم این کہ مکان و جائے کا نام ہے بدلتا ہے یہی  
جسم کا مکان خاص ہے اور اسی میں قرار و ثبات حقیقی ہے اس کے لئے یہ بھی ضرور کہ وضع بھی نہ بدلے، کرہ کہ اپنی جگہ قائم رہ کر  
اپنے محور پر گھومے مکان نہیں بدلتا مگر اسے قار و ثبات و ساکن نہ کہیں گے بلکہ زائل و حائل و متحرک۔ پھر اسی توسع کے طور پر  
بیت بلکہ دار بلکہ محلے بلکہ شہر بلکہ ملک بلکہ کثیر ملکوں کے حاوی حصہ زمین مثل ایشیاء بلکہ ساری زمین بلکہ تمام دنیا کو مقرر و مستقر و  
مکان کہتے ہیں قال تعالیٰ:

ولکم فیہا مستقر ومتاع الی حین (القرآن الکریم، ۳۶/۲)

اور تمہیں ایک وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور برتنا ہے۔

اور اس سے جب تک جدائی نہ ہو اسے قرار و قیام بلکہ سکون سے تعبیر کرتے ہیں اگرچہ ہزاروں حرکات پر مشتمل ہو،  
ولہذا کہیں گے کہ موتی بازار بلکہ لاہور بلکہ پنجاب بلکہ ہندوستان بلکہ ایشیاء بلکہ زمین ہمارے مجاہد کبیر کا مسکن ہے، وہ ان میں



سکونت رکھتے ہیں، وہ ان کے ساکن ہیں، حالانکہ ہر عاقل جانتا ہے کہ سکون و حرکت متبائن ہیں، مگر یہ معنی مجازی ہیں، لہذا جائے اعتراض نہیں۔ لاجرم محل نفی میں ان کا مقابل زوال بھی انہیں کی طرح مجازی و توسع ہے اور وہ نہ ہوگا جب تک ان سے انتقال نہ ہو، کفار کی وہ قسم کہ مالنا من ذوالا سی معنی پر تھی یہ قسم نہ کھاتے تھے کہ ہم ساکن مطلق ہیں چلتے پھرتے نہیں، نہ یہ کہ ہم ایک شہر یا ملک کے پابند ہیں، اس سے منتقل نہیں ہو سکتے بلکہ دنیا کی نسبت قسم کھاتے تھے کہ ہمیں یہاں سے آخرت کی طرف جانا نہیں۔ ان ہی الاحیانا الدنیا نموت ونحیا وما نحن بمعوثین (القرآن الکریم، ۳۷/۲۳) (وہ تو نہیں مگر ہماری دنیا کی زندگی کہ ہم مرتے جیتے ہیں اور ہمیں اٹھنا نہیں)

مولیٰ تعالیٰ فرماتا ہے:

واقسموا بالله جهد ايمانهم لا يبعث الله من يموت (القرآن الکریم، ۳۸/۱۶)

اور انہوں نے اللہ کی قسم کھائی اپنے حلف میں حد کی کوشش کی کہ اللہ تعالیٰ مردے نہ اٹھائیگا۔

لا جرم تیسری آیہ کریمہ میں زوال سے مراد دنیا سے آخرت میں جانا ہو، نہ یہ کہ دنیا میں ان کا چلنا پھرنا زوال نہیں قطعاً حقیقی زوال ہے جس کی سندیں اوپر سن چکے اور عظیم شافی بیان آگے آتا ہے، مگر یہاں اس کا ذکر ہے جس کی وہ قسم کھاتے تھے اور وہ نہ تھا مگر دنیا سے انتقال۔ معنی مجازی کے لئے قرینہ درکار ہوتا ہے یہاں قرینہ ان کے یہی اقوال بعینہ ہیں۔ بلکہ خود اسی آیت صدر میں قرینہ صریح، مقالیہ موجود کہ روز قیامت ہی کے سوال و جواب کا ذکر ہے فرماتا ہے:

وانذر الناس يوم يأتيهم العذاب فيقول الذين ظلموا ربنا اخرنا الى اجل

قريب نجب دعوتك و نتبع الرسل اولم تكونوا اقسمتم من قبل مالكم

من زوال (القرآن الکریم، ۴۴/۱۳)

اور لوگوں کو اس دن سے ڈراؤ جب ان پر عذاب آئے گا، تو ظالم کہیں گے اے ہمارے رب تھوڑی

دیر ہمیں مہلت دے کہ ہم تیرا بلانا مانیں اور رسولوں کی غلامی کریں۔ تو کیا تم پہلے قسم نہ کھا چکے تھے

کہ ہمیں دنیا سے ہٹ کر کہیں جانا نہیں۔

لیکن کریمہ ان الله يمسك السموات والارض ان تزولا (القرآن الکریم، ۴۱/۳۵) (بیشک اللہ تعالیٰ

آسمانوں اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ کہیں جنبش نہ کریں) میں کوئی قرینہ نہیں تو معنی مجازی لینا کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا بلکہ

قطعاً زوال اپنے معنی حقیقی پر رہے گا یعنی قرار و ثبات و سکون حقیقی کا چھوڑنا، اس کی نفی ہے تو ضرور سکون کا اثبات ہے ایک جگہ

معنی مجازی میں استعمال دیکھ کر دوسری جگہ بلا قرینہ مجاز مراد لینا ہرگز حلال نہیں۔



نہیں نہیں بلا قرینہ نہیں بلکہ خلاف قرینہ۔ یہ اور سخت تر ہے کہ کلام اللہ میں پوری تحریف معنوی کا پہلو دے گا رب عزوجل نے یمسک فرمایا ہے اور امساک روکنا، تھامنا، بند کرنا ہے۔ ولہذا جو زمین کے پانی کو بہنے نہ دے روک رکھے اسے مسک اور امساک کہتے ہیں انہما روا بحار کو نہیں کہتے بلکہ ان میں بھی پانی کی حرکت وہیں تک ہوگی جہاں تک احسن الخالقین جل وعلا نے اس کا امکان دیا ہے۔

قاموس میں ہے:

امسکہ حبسہ المسک محرکۃ الموضع یمسک الماء کالمساک  
کسحاب (القاموس المحیط، فصل المیم، باب الکاف، مصطفیٰ البابی مصر، ۳/۳۲۹)  
امسکہ کا معنی ہے اس کو روکا، المسک (س پر حرکت کے ساتھ) اس جگہ کو کہتے ہیں جو پانی کو  
روکے، جیسے مساک و یروزن سحاب۔

یوں تو دنیا بھر میں کوئی حرکت کبھی بھی زوال نہ ہو کہ جہاں تک احسن الخالقین تعالیٰ نے امکان دیا ہے اس سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔

(۵)

اگر ان معنی کو مجازی نہ لیجئے بلکہ کہئے کہ زوال عام ہے مکان و مستقر حقیقی خاص سے سرکنا اور موقع عام اور موطن اعم اور اعم از اعم سے جدا ہونا سب اس کے فرد ہیں تو ہر ایک پر اس کا اطلاق حقیقت ہے جیسے زید و عمرو و بکر و غیر ہم کسی فرد کو انسان کہنا تو اب بھی قرآن عظیم کا مفاد زمین کا وہی سکون مطلق ہو گا نہ کہ اپنے مدار سے باہر نہ جانا۔ تزول و لافعل ہے اور محلی میں وارد ہے اور علم اصول میں مصرع ہے کہ فعل قوۃ نکرہ میں ہے اور نکرہ چیز نفی میں عام ہوتا ہے، تو معنی آیت یہ ہوئے کہ آسمان و زمین کو کسی قسم کا زوال نہیں نہ موقع عام سے نہ مستقر حقیقی خاص سے، اور یہی سکون حقیقی ہے وللہ الحمد۔

یہی وجہ ہے کہ ہمارے مجاہد کبیر کو اپنی عبارت میں ہر جگہ قید بڑھانی پڑی زمین کا اپنے اماکن سے زائل ہو جانا اس کا زوال ہو گا۔ زائل ہو جانا قطعاً مطلقاً زوال ہے، ”زائل ہو جانا“ زوال کا ترجمہ ہی تو ہے مکان خاص سے ہو خواہ اماکن سے، مگر اول کے اخراج کو اس قید کی حاجت ہوتی یونہی فرمایا زمین کا زوال اس کے اماکن سے، پھر فرمایا: جن اماکن میں اللہ تعالیٰ نے اس کو امساک کیا ہے اس سے باہر نہیں سرک سکتی۔ پھر فرمایا: اپنے مدار میں امساک کردہ شدہ ہے اس سے زائل نہیں ہو سکتی۔ اور نفی کی جگہ فرمایا: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آسمان کے سکون فی مکانہ کی تصریح فرمادی مگر زمین کے بارے میں ایسا نہیں فرمایا۔ یہاں جمع اماکن کا ظاہر کر دیا مگر رب عزوجل نے تو ان میں سے کوئی قید نہ لگائی مطلقاً یمسک فرمایا ہے اور مطلق ان تزولا۔ اللہ آسمان و زمین ہر ایک کو روکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائے، یہ نہ فرمایا کہ اس کے مدار میں



روکے ہوئے ہے، یہ نہ فرمایا کہ ہر ایک کے لئے اماکن عدیدہ ہیں ان اماکن سے باہر نہ جانے پائے، تو اس کا بڑھانا کلام الہی میں اپنی طرف سے پیوند لگانا ہوگا از پیش خویش قرآن عظیم کے مطلق کو مقید، عام کو تخصیص بنانا ہوگا۔ اور یہ ہرگز روا نہیں۔ اہل سنت کا عقیدہ ہے جو ان کی کتب عقائد میں مصرح ہے کہ النصوص تحمل علی ظواہرہا (شرح عقائد نسفیہ، دارالاشاعت العربیہ قندھار افغانستان، ص ۱۱۹) (نصوص اپنے ظاہر پر محمول ہوتی ہیں) بلکہ تمام ضلالتوں کا بڑا پھانک یہی ہے کہ بطور خود نصوص کو ظاہر سے پھیریں مطلق کو مقید عام کو تخصیص کریں، مالکم من زوال (القرآن الکریم، ۱۴/۴۳) تمہارے لئے زوال نہیں) کی تخصیص واضح سے ان نزول کو بھی تخصیص کر لینا اس کی نظیر یہی ہے کہ ان اللہ علی کل شئی قدیر (القرآن الکریم، ۲۰/۲) (بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے) کی تخصیص دیکھ کر ان اللہ بکل شئی علیم (القرآن الکریم، ۷۵/۸) (بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے) کو بھی تخصیص مان لیں کہ جس طرح وہاں ذات و صفات و محالات زیر قدرت نہیں یوں ہی معاملہ صاف ہو گیا کہ ذات و صفات و محالات کا معاذ اللہ علم بھی نہیں۔ زیادہ تشفی مجملہ تعالیٰ نمبر ۸ میں آتی ہے جس سے واضح ہو جائے گا کہ اللہ و رسول و صحابہ و مسلمین کے کلام میں یہاں یعنی خاص محل نزاع میں زوال سے مطلقاً ایک جگہ سے سرکنا مراد ہوا ہے اگرچہ اماکن معینہ سے باہر نہ جائے یا زوال کفار کی طرح دنیا خواہ مدار چھوڑ کر الگ بھاگ جانا، فانظر (چنانچہ انتظار کر)

www.alanazrainetwork.org

(۶)

لا جرم وہ جنہوں نے خود صاحب قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قرآن کریم پڑھا، خود حضور اقدس ﷺ سے اس کے معانی سیکھے انہوں نے آیہ کریمہ کو ہر گونہ زوال کی نافی اور سکون مطلق حقیقی کی مثبت بتایا۔ سعید بن منصور و عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر نے حضرت شقیق ابن سلمہ سے کہ زمانہ رسالت پائے ہوئے تھے روایت کی اور یہ حدیث ابن جریر بسند صحیح برجال صحیحین بخاری و مسلم ہے:

حدثنا ابن بشار ثنا عبد الرحمن ثنا سفین عن الاعمش عن ابی وائل قال جاء رجل الى عبد الله رضى الله تعالى عنه فقال من اين جئت؟ قال من الشام. فقال من لقيت؟ قال لقيت كعباً. فقال ما حدثك كعب؟ قال حدثني ان السموات تدور على منكب ملك. قال فصدقته او كذبت؟ قال ما صدقته ولا كذبت. قال لوددت انك افتديت من رحلتك اليه براحتك ورحلها وكذب كعب ان الله يقول ان الله يمسك السموات والارض ان تزولا ۝ ولئن زالتا ان امسكها من احد من بعده (جامع البيان)



تفسیر ابن جریر) تحت آیہ ۳۵/۴۱، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰/۲۲) زاد غیر ابن جریر و کفی بہا زوالا ابن تدور، (الدر المثور) (تفسیر ابن جریر) تحت آیہ ۳۵/۴۱، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۳۲/۷

ہمیں ابن بشار نے حدیث بیان کی کہ ہم کو عبد الرحمن نے حدیث بیان کی کہ ہم کو اعمش نے بحوالہ ابو داؤد حدیث بیان کی، ابو داؤد نے کہا کہ ایک صاحب حضرت سیدنا عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور حاضر ہوئے، فرمایا: کہاں سے آئے؟ عرض کی: شام سے۔ فرمایا: وہاں کس سے ملے؟ عرض کی: کعب سے، فرمایا: کعب نے تم سے کیا بات کی؟ عرض کی: یہ کہا کہ آسمان ایک فرشتے کے شانے پر گھومتے ہیں۔ فرمایا: تم نے اس میں کعب کی تصدیق کی یا تکذیب؟ عرض کی: کچھ نہیں (یعنی جس طرح کا حکم ہے کہ جب تک اپنی کتاب کریم کا حکم نہ معلوم ہوا اہل کتاب کی باتوں کو نہ سچ جانو نہ جھوٹ) حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کاش! تم اپنا اونٹ اور اس کا کچا وہ سب اپنے اس سفر سے چھٹکارے کو دے دیتے کعب نے جھوٹ کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بیشک اللہ آسمانوں اور زمینوں کو روکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائیں اور اگر وہ ہمیں تو اللہ کے سوا انھیں کون تھا۔ ان جریر کے غیر نے یہ اضافہ کیا کہ گھومنا ان کے سرک جانے کو بہت ہے۔

نیز محمد طبری نے بسند صحیح بر اصول حنفیہ بر جال بخاری و مسلم حضرت سیدنا امام ابو حنیفہ کے استاذ الامام اجل ابراہیم نخعی سے روایت کی:

حدثنا جریر عن مغیرۃ عن ابراہیم قال ذهب جندب الجبلی الی کعب الاحبار فقدم علیہ ثم رجع ، فقال له عبد اللہ حدثنا ما حدثک ، فقال حدثنی ان السماء فی قطب کقطب الرحاو القطب عمود علی منکب ملک ، قال عبد اللہ لوددت انک افتدیت رحلتک بمثل راحلتک ، ثم قال ماتتک الیہودیۃ فی قلب عبد فکادت تفارقه ثم قال ان اللہ یمسک السموات و الارض ان تزولا . کفی بہا زوالا (جامع البیان) (تفسیر ابن جریر) تحت آیہ ۳۵/۴۱، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۷۱/۲۲-۱۴۰

ہمیں جریر نے بحوالہ مغیرہ ابراہیم سے حدیث بیان کی کہ ابراہیم نے کہا کہ جندب بجلی کعب احبار کے پاس جا کر واپس آئے، حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کہو کعب نے تم سے کیا کہا؟ عرض کی: یہ کہ آسمان چکی کی طرح ایک کیلی میں ہے اور کیلی ایک فرشتے کے کاندھے پر ہے۔



حضرت عبداللہ نے فرمایا: مجھے تمنا ہوئی کہ تم اپنے ناقہ کے برابر مال دے کر اس سفر سے چھٹ گئے ہوتے، یہودیت کی خراش جس دل میں لگتی ہے پھر مشکل ہی سے چھوٹی ہے، اللہ تو فرما رہا ہے بیشک اللہ آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ نہ سرکیں، ان کے سر کئے کو گھومنا ہی کافی ہے۔

عبد بن حمید نے قتادہ شاگرد حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی:

ان کعباً کان یقول ان السماء تدور علی نصب مثل نصب الرحا فقال حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کذب کعب ان اللہ یمسک السموات والارض ان تزولا (الدر المنثور فی التفسیر الماثور، تحت آیہ ۳۵/۳۱، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۳۲/۷)

کعب کہا کرتے کہ آسمان ایک کیلی پر دورہ کرتا ہے جیسے پھکی کی کیلی۔ اس پر حذیفہ الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: کعب نے جھوٹ کہا۔ بیشک اللہ آسمانوں اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ جنبش نہ کریں۔

دیکھو ان اجلہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مطلق حرکت کو زوال مانا اور اس پر انکار فرمایا اور قائل کی تکذیب کی اور اسے بقایائے خیالات یہودیت سے بتایا، کیا وہ اتنا نہ سمجھ سکتے تھے کہ ہم کعب کی ناحق تکذیب کیوں فرمائیں آیت میں تو زوال کی نفی فرمائی ہے اور ان کا یہ پھرنا چلنا اپنے اماکن میں ہے جہاں تک احسن الخلقین تعالیٰ نے ان کو حرکت کا امکان دیا ہے وہاں تک ان کا حرکت کرنا ان کا زوال نہ ہوگا، مگر ان کا ذہن مبارک اس معنی باطل کی طرف نہ گیا نہ جاسکتا تھا بلکہ اس کے ابطال ہی کی طرف گیا اور جانا ضرور تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مطلقاً زوال کی نفی فرمائی ہے نہ کہ خاص زوال عن المدار کی تو انھوں نے روانہ رکھا کہ کلام الہی میں اپنی طرف سے یہ پیوند لگالیں۔ لاجرم اس پر رد فرمایا اور اس قدر شدید و اشد فرمایا۔ واللہ الحمد۔

تنبیہ:-

کعب احبار تابعین اخیر سے ہیں خلافت فاروقی میں یہودی سے مسلمان ہوئے کتب سابقہ کے عالم تھے۔ اہل کتب کی احادیث اکثر بیان کرتے انھیں میں سے یہ خیال تھا جس کی تغلیط ان اکابر صحابہ نے قرآن عظیم سے فرمادی تو کذب کعب کے یہ معنی ہیں کہ کعب نے غلط کہا نہ کہ معاذ اللہ قصداً جھوٹ کہا۔ کذب بمعنی اخطا محاورہ حجاز ہے اور خراش یہودیت بمشکل چھوٹنے سے یہ مراد کہ ان کے دل میں علم یہود بھرا ہوا تھا وہ تین قسم ہے باطل صریح و حق صحیح اور مشکوک کے جب تک اپنی شریعت سے اس کا حال نہ معلوم ہو حکم ہے کہ اس کی تصدیق نہ کرو ممکن کہ ان کی تحریفات یا خرافات سے ہو، نہ تکذیب کرو ممکن کہ توریت یا تعلیمات سے ہو اسلام لا کر قسم اول کا حرف قطعاً ان کے دل سے نکل گیا، قسم دوم کا علم اور مسجل ہو گیا، یہ مسئلہ قسم سوم بقایائے علم یہود سے تھا جس کے بطلان پر آگاہ نہ ہو کر انھوں نے بیان کیا اور صحابہ کرام نے قرآن عظیم سے اس کا



بطلان ظاہر فرمادیا یعنی یہ نہ تو ریت سے ہے نہ تعلیمات سے بلکہ ان خبیثوں کی خرافات سے۔ تابعین صحابہ کرام کے تابع و خادم ہیں مخدوم اپنے خدام کو ایسے الفاظ سے تعبیر نہیں کر سکتے ہیں اور مطلب یہ ہے جو ہم نے واضح کیا واللہ الحمد۔

(۷)

اس ساری تحریر میں مجھے آپ سے اس فقرے کا زیادہ تعجب ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آسمان کے سکون فی مکانہ کی تصریح فرمادی مگر زمین کے بارے میں ایسا نہ فرمایا خاموشی فرمائی، اسے آپ نے اپنی مشکل کا حل تصور کیا، کعب احبار نے آسمان ہی کا گھومنا بیان کیا تھا اور یہود اسی قدر کے قائل تھے زمین کو وہ بھی ساکن مانتے تھے بلکہ ۱۵۳۰ء سے پہلے (جس میں کوپرنیکس نے حرکت زمین کی بدعت ضالہ کو کہ دو ہزار برس سے مردہ پڑی تھی جلایا) نصاریٰ بھی سکون ارض ہی کے قائل تھے، اسی قدر یعنی صرف دورہ آسمان کا ان حضرات عالیات کے حضور تذکرہ ہوا اس کی تکذیب فرمادی، دورہ زمین کس نے کہا تھا کہ اس کا رد فرماتے، اگر کوئی صرف زمین کا دورہ کہتا صحابہ اسی آئیہ کریمہ سے اس کی تکذیب کرتے، اور اگر کوئی آسمان و زمین دونوں کا دورہ بتاتا صحابہ اسی آیت سے دونوں کا ابطال فرماتے۔ جواب بقدر سوال دیکھ لیا یہ نہ دیکھا کہ جس آیت سے وہ سند لائے اس میں آسمان و زمین دونوں کا ذکر ہے یا صرف آسمان کا، آئیہ پڑھئے صراحۃً دونوں ایک حالت پر مذکور ہیں دونوں پر ایک ہی حکم ہے، جب حسب ارشاد صحابہ آئیہ کریمہ مطلق حرکت کا انکار فرماتی ہے اور وہ انکار آسمان و زمین دونوں کے لئے ایک نقل ایک لفظ ان نزول میں ہے جس کی تعمیر دونوں کی طرف ہے تو قطعاً آیت نے زمین کی بھی ہر گونہ حرکت کو باطل فرمایا جس طرح آسمان کی۔ ایک شخص کہے حضرت سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آفتاب کو اپنے لئے سجدہ کرتے نہ دیکھا تھا اس پر عالم فرمائے وہ جھوٹا ہے آئیہ کریمہ میں ہے:

انی رأیت احد عشر کواکبا والشمس والقمر رأیتهم لی ساجدین (القرآن

الکریم، ۱۲/۳)

میں نے گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو اپنے لئے سجدہ کرتے دیکھا اس کے بعد ایک دوسرا اٹھے اور چاند کو ساجد دیکھنے سے منکر ہوا اور کہے قربان جائیے۔ عالم نے سورج کے سجدہ کی تصریح فرمائی مگر چاند کے بارے میں ایسا نہ فرمایا خاموشی فرمائی اسے کیا کہا جائیگا اب تو آپ نے خیال فرمالیا ہوگا کہ قائل حرکت ارض کو اجلہ صحابہ کرام بلکہ خود صاف ظاہر نص قرآن عظیم سے گریز کے سوا کوئی چارہ نہیں، اور یہ معاذ اللہ خسران مبین ہے جس سے اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ اور سب اہلسنت کو بچائے۔ آمین!

(۸)

عجب کہ آپ نے آفتاب کا زوال نہ سنا، اسے تو میں نے آپ سے بالمشافہ کہہ دیا تھا۔



(۱)

حدیثوں میں کتنی جگہ زالت الشمس (سورج ڈھل گیا) ہے بلکہ قرآن عظیم میں ہے:

اقم الصلوة لعلوک الشمس (القرآن الکریم، ۷۸/۱۷)

نماز قائم کرو سورج ڈھلتے وقت -

تفسیر ابن مردویہ میں امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لدلوک الشمس کی تفسیر میں فرمایا: لنزوال الشمس (الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور، بحوالہ ابن مردویہ) تحت آیت ۷۸/۱۷، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۲۸۰/۵) ابن جریر نے عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اتانی جبرئیل لدلوک الشمس حین زالت فصلی بی الظهر (جامع البیان)

تفسیر ابن جریر) تحت آیت ۷۸/۱۷، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۵۸/۱۵)

میرے پاس جبرائیل آئے جب سورج ڈھل گیا تو آپ نے میرے ساتھ نماز ظہر پڑھی۔

نیز ابو ہریرہ سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصلی الظهر اذا زالت

الشمس، ثم تلا اقم الصلوة لدلوک الشمس (جامع البیان) (تفسیر ابن جریر)

تحت آیت ۷۸/۱۷، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۵۸/۱۵)

رسول اللہ ﷺ ظہر کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جب سورج ڈھل جاتا۔ پھر ابن مسعود رضی اللہ

تعالیٰ عنہ نے یہ آیت کریمہ پڑھی کہ سورج ڈھلتے وقت نماز قائم کرو۔

نیز مثل سعید ابن منصور عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے: دلو کھا زوالها (الدر المنثور، بحوالہ سعید بن

منصور وابن جریر، تحت آیت ۷۸/۱۷، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۲۸۱/۵) (سورج کے دلوک کا معنی اس کا زوال ہے)

بزار و ابوالشیخ وابن مردویہ نے عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے: دلوک الشمس زوالها (الدر المنثور،

بحوالہ ابوالشیخ و ابوالشیخ وابن مردویہ، تحت آیت ۷۸/۱۷، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۲۸۰/۵) (سورج کے دلوک کا معنی

اس کا زوال ہے)

عبدالرزاق نے مصنف میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے:

دلوک الشمس اذا زالت عن بطن السماء (المصنف لعبدالرزاق، حدیث ۲۰۴۰،



المکتب الاسلامی بیروت، ۱/۵۳۸)

سورج کا دلوک یہ ہے کہ جب وہ آسمان کے بطن سے ڈھل جائے ۔  
مجمع بحار الانوار میں ہے:

زاغت الشمس مالت و زالت عن اعلی درجات ارتفاعها (مجمع الانوار، باب  
الزائم مع الیاء، مکتبہ دار الایمان مدینہ منورہ، ۲/۴۵۶)

زاعت الشمس کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنی بلندی کے اعلیٰ درجے سے ڈھل گیا۔

فقہ میں وقت زوال ہر کتاب میں مذکور اور عوام تک کی زبانوں پر مشہور۔ کیا اس وقت آفتاب اپنے مدار سے باہر نکل جاتا ہے اور احسن الخالقین جل وعلا نے جہاں تک کی حرکت کا اسے امکان دیا ہے اس سے آگے پاؤں پھیلاتا ہے؟ حاشا! مدار ہی میں رہتا ہے اور پھر زوال ہو گیا۔ یونہی زمین اگر دورہ کرتی ضرور اسے زوال ہوتا اگرچہ مدار سے نہ نکلتی، اس پر اگر یہ خیال کیا جائے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ سرکنا تو آفتاب کو ہر وقت ہے پھر ہر وقت کو ”زوال“ کیوں نہیں کہتے، تو یہ محض جاہلانہ سوال ہوگا، وجہ تسمیہ مطرد نہیں ہوتی۔ کتب میں یہ مشہور حکایت ہے کہ مطرد ماننے والے سے پوچھا جر جیر یعنی چنے کو کہ ایک قسم کا اناج ہے جر جیر کیوں کہتے ہیں، کہا لا نہ یتجر جر علی الارض اس لئے کہ وہ زمین پر جنبش کرتا ہے، کہا تمہاری داڑھی کو جر جیر کیوں نہیں کہتے یہ بھی تو جنبش کرتی ہے۔ فارورے کو فارورہ کیوں کہتے ہیں، کہا لاں السماء یقر فیہا اس لئے کہ اس میں پانی ٹھہرتا ہے، کہا تمہارے پیٹ کو فارورہ کیوں نہیں کہتے اس میں بھی تو پانی ٹھہرتا ہے۔ یہاں تین ہی موضع ممتاز تھے افق شرقی و غربی و دائرہ نصف النہار، ان سے سرکنے کا نام طلوع و غروب رکھا کہ یہ انب و وجہ تمایز تھا اور اس سے تجاوز کو زوال کہا اگرچہ جگہ سے زوال آفتاب کو بلاشبہ ہر وقت ہے کریمہ والشمس تجری لمستقر لہا میں عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قراءت ہے لامستقر لہا یعنی سورج چلتا ہے کسی وقت اسے قرار نہیں، اوپر گزرا کہ قرار کا مقابل زوال ہے، جب کسی وقت قرار نہیں تو ہر وقت زوال ہے اگرچہ تسمیہ میں ایک زوال معین کا نام زوال رکھا، غرض کلام اس میں ہے کہ احادیث مرفوعہ سید عالم ﷺ و آثار صحابہ کرام و اجماع اہل اسلام نے آفتاب کا اپنے مدار میں رہ کر ایک جگہ سے سرکنے کو زوال کہا اگر زمین متحرک ہوتی تو یقیناً ایک جگہ سے اس کا سرکنا ہی زوال ہوتا اگرچہ مدار سے باہر نہ جاتی لیکن قرآن عظیم نے صاف ارشاد میں اس کے زوال کا انکار فرمایا ہے تو قطعاً واجب کہ زمین اصلاً متحرک نہ ہو۔

(ب)

بلکہ خود یہی زوال کہ قرآن و حدیث و فقہ و زبان جملہ مسلمین سب میں مذکور قائلان دورہ زمین اسے زمین ہی کا زوال کہیں گے کہ وہ حرکت یومیہ اسی کی جانب منسوب کرتے ہیں یعنی آفتاب یہ حرکت نہیں کرتا بلکہ زمین اپنے محور پر گھومتی



ہے جب وہ حصہ جس پر ہم ہیں گھوم کر آفتاب سے آڑ میں ہو گیا رات ہوئی، جب گھوم کر آفتاب کے سامنے آیا کہتے ہیں آفتاب نے طلوع کیا، حالانکہ زمین یعنی اس حصہ ارض نے جانب شمس رخ کیا جب اتنا گھوما کہ آفتاب ہمارے سروں کے محاذی ہوا یعنی ہمارا دائرہ نصف النہار مرکز شمس کے مقابل آیا دوپہر ہو گیا، جب زمین یہاں سے آگے بڑھی دوپہر ڈھل گیا، کہتے ہیں آفتاب کو زوال ہوا حالانکہ زمین کو ہوا، یہ ان کا مذہب ہے اور صراحتہ قرآن عظیم کا مکتب و مکتب ہے۔ مسلمین تو مسلمین، بیروت وغیرہ کے سفہائے قائلان حرکت ارض بھی جن کی زبان عربی ہے اس وقت کو وقت زوال اور دھوپ گھڑی کو مزولہ کہتے ہیں یعنی زوال پہنچانے کا آلہ۔ اور اگر ان سے کہئے: کیا شمس زوال کرتا ہے؟ کہیں گے: نہیں بلکہ زمین۔ حالانکہ وہ مدار سے باہر نہ گئی۔ تو آپ کی تاویل موافقین و مخالفین کسی کو بھی مقبول نہیں۔

(ج)

اوروں سے کیا کام، آپ تو بفضلہ تعالیٰ مسلمان ہیں، ابتدائے وقت ظہر زوال سے جانتے ہیں، کیا ہزار بار نہ کہا ہوگا کہ زوال کا وقت ہے، زوال ہونے کو ہے، زوال ہو گیا۔ کا ہے سے زوال ہوا، دائرہ نصف النہار سے۔ کس کا زوال ہوا، آپ کے نزدیک زمین کا کہ اسی کی حرکت محوری سے ہوا حالانکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ زمین کو زوال نہیں، اب خود مان کر کہ زمین متحرک ہو تو روزانہ اپنے مدار کے اندر ہی رہ کر اسے زوال ہوتا ہے دنیا سے، زوال کفار پیش کرنے کا کیا موقع رہا، انصاف شرط ہے، اور قرآن عظیم کے ارشاد پر ایمان لازم وباللہ التوفیق۔

(د)

یہاں سے بحمدہ تعالیٰ حضرت معلم التحیات رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد کی خوب توضیح ہو گئی کہ صرف حرکت محوری زوال کو بس ہے۔

(۹)

بحمد اللہ تین آیتیں یہ گزریں:

آیت نمبر ۱:

ان الہ یسک (القرآن الکریم ۳۵/۳۱)

آیت نمبر ۲:

ولننزلن ذالک (القرآن الکریم ۳۵/۳۱)

آیت نمبر ۳:

لذلک الشمس (القرآن الکریم ۷۸/۷۷)



آیت نمبر ۴:

فَلَمَّا أَفْلَتْ (القرآن الکریم ۷۸/۶)

(پھر جب وہ ڈوب گیا)

آیت نمبر ۵:

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ (القرآن الکریم ۱۵۰/۳۹)

(۳۹)

اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو سورج چمکنے سے پہلے اور ڈوبنے سے پہلے۔

آیت نمبر ۶:

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا (القرآن الکریم ۱۲۰/۱۳۰)

(۱۳۰)

اور اپنے رب کو سراہتے ہوئے اس کی پاکی بولو سورج چمکنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے۔

آیت نمبر ۷:

حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَبَعَثْنَا تَبٰلِغًا عَلَىٰ قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَهُم مِّنْ ذَوْنِهَا

سُتْرًا (القرآن الکریم ۹۰/۱۸)

یہاں تک کہ سورج نکلنے کی جگہ پہنچا اسے ایسی قوم پر نکلتا پایا جن کے لئے ہم نے سورج سے کوئی آڑ نہیں رکھی۔

اور ان سب سے زائد

آیت نمبر ۸:

وَتَرَى الشَّمْسُ إِذَا طَلَعَتْ تَزَاوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَتْ

تَقْرَضُهُمْ ذَاتَ الشَّمَالِ وَهُمْ فِي فَجْوةٍ مِّنْ ذَلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ (القرآن

الکریم ۱۸ / ۱۷)

تو آفتاب کو دیکھے گا جب طلوع کرتا ہے ان کے غار سے دینی طرف مائل ہوتا ہے اور جب ڈوبتا ہے

ان سے بائیں طرف کتر اجاتا ہے حالانکہ وہ غار کے کھلے میدان میں ہیں، قدرت الہی کی نشانیوں

سے ہیں۔

یونہی صدہا احادیث ارشاد سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خصوصاً حدیث صحیح بخاری ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے:



قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا بی ذرحین غربت الشمس اتدري  
این تذهب قلت اللہ ورسوله اعلم قال فانها تذهب حتی تسجد تحت  
العرش فتستأذن فیؤذن لها ویوشک ان تسجد فلا یقبل منها وتستأذن  
فلا یؤذن لها یقال لها ارجعی من حیث جئت فتطلع من مغربها فذلک قوله  
تعالیٰ والشمس تجری لمستقرها ذلک تقدیر العزیز العلیم (صحیح البخاری،  
کتاب بدء الخلق، باب صفۃ الشمس والقمر بحسان، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۱/۴۵۴)  
نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا جب کہ سورج غروب ہو چکا تھا کیا  
تم جانتے ہو کہ سورج کہاں جاتا ہے؟ حضرت ابوذر کہتے ہیں میں عرض کی کہ اللہ اور اس کا رسول  
بہتر جانتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا: وہ جاتا ہے تاکہ عرش کے نیچے سجدہ کرے۔ چنانچہ وہ اجازت  
طلب کرتا ہے تو اس کو اجازت دے دی جاتی ہے قریب ہے کہ وہ سجدہ کرے، وہ سجدہ اس کی طرف  
سے قبول نہ کیا جائے اور وہ اجازت طلب کرے تو اس کو سجدہ کرنے کی اجازت نہ دی جائے اور  
اسے کہا جائے کہ تو لوٹ جا جہاں سے آیا ہے، پھر وہ مغرب سے طلوع ہوگا۔ یہی معنی ہے اللہ تعالیٰ  
کے ارشاد کا ”اور سورج چلتا ہے اپنے ایک ٹھکانے کے لئے“۔ یہ حکم ہے نہ بدست علم والے کا۔“

یونہی ہزار ہا آثار صحابہ عظام و تابعین کرام واجماع امت جن سب میں ذکر ہے کہ آفتاب طلوع وغروب کرتا ہے  
آفتاب کو وسط سماء سے زوال ہوتا ہے آفتاب کی طرح روشن دلائل ہیں کہ زمین ساکن محض ہے بدیہی ہے اور خود مخالفین کو تسلیم  
کہ طلوع وغروب وزوال نہیں مگر حرکت یومیہ سے تو جس کے یہ احوال ہیں حرکت یومیہ اسی کی حرکت ہے تو قرآن عظیم و  
احادیث متواترہ واجماع امت سے ثابت کہ حرکت یومیہ حرکت شمس ہے نہ کہ حرکت زمین، لیکن اگر زمین حرکت محوری کرتی تو  
حرکت یومیہ اسی کی حرکت ہوتی جیسا کہ مزموم مخالفین ہے تو روشن ہوا کہ زعم سائنس باطل و مردود ہے، پھر شمس کی حرکت یومیہ  
جس سے طلوع وغروب وزوال ہے نہ ہوگی مگر یوں کہ وہ گرد زمین دورہ کرتا ہے، تو قرآن وحدیث واجماع امت سے ثابت ہوا کہ  
آفتاب حول ارض دائر ہے، لاجرم زمین مدار شمس کے جوف میں ہے تو ناممکن ہے کہ زمین گرد شمس دورہ کرے اور آفتاب مدار  
زمین کے جوف میں ہو تو بحمد اللہ تعالیٰ آیات متکاثرہ واحادیث متواترہ واجماع امت طاہرہ سے واضح ہوا کہ زمین کی حرکت  
محوری ومداری دونوں باطل ہیں واللہ الحمد، زیادہ سے زیادہ مخالف یہاں یہ کہہ سکتا ہے کہ ”غروب تو حقیقۃً شمس کے لئے ہے کہ وہ  
غیبت ہے اور آفتاب ہی اس حرکت زمین کے باعث نگاہ سے غائب ہوتا ہے اور زوال حقیقۃً زمین کے لئے ہے کہ یہ ٹپتی ہے  
نہ کہ آفتاب، اور طلوع حقیقۃً کسی کے لئے نہیں کہ طلوع صعود اور اوپر چڑھنا ہے۔ حدیث میں ہے:

لکل حد مطلع (اتحاد السادة المتقين، کتاب آداب تلاوة القرآن الباب الرابع، دار الفکر



(بیروت، ۵۲۷/۴)

ہر حد کے لئے چڑھنے کی جگہ ہے  
نہایت درثیر و مجمع البحار و قاموس میں ہے:

ای مصعد يصعد اليه من معرفة علمه (القاموس المحيط، باب العين، فصل الطاء،  
مصطفیٰ البابی مصر، ۶۱/۳)

یعنی چڑھنے کی جگہ جس کی طرف وہ اپنی علمی معرفت کے ساتھ چڑھتا ہے  
نیز ثلاثہ اصول و تاج العروس میں ہے:

مطلع الجبل مصعده (تاج العروس شرح القاموس فصل الطاء، دار احیاء التراث العربی  
بیروت، ۴۴۲/۵)

پہاڑ کا مطلع اس پر چڑھنے کی بلند جگہ ہے  
حدیث میں ہے:

طلع المنبر (مجمع بحار الانوار باب الطاء مع اللام، مکتبہ دار الایمان المدینۃ المنورہ، ۳،  
۴۵۹ [www.alhazratnetwork.org](http://www.alhazratnetwork.org))

منبر پر چڑھنا  
مجمع البحار میں ہے:

ای علاہ (مجمع بحار الانوار باب الطاء مع اللام، مکتبہ دار الایمان المدینۃ المنورہ، ۳،  
۴۵۹)

یعنی اس کے اوپر چڑھنا

ظاہر ہے کہ زمین آفتاب پر نہیں چڑھتی، اور مخالف کے نزدیک آفتاب بھی اس وقت زمین پر نہ چڑھا کہ طلوع اس کی حرکت نہیں، لاجرم طلوع سرے سے باطل محض ہے مگر مکان زمین کو حرکت زمین محسوس نہیں ہوتی، انھیں وہم گزرتا ہے کہ آفتاب چلتا، چڑھتا، ڈھلتا ہے لہذا طلوع و زوال شمس کہتے ہیں، یہ کوئی کافر کہہ سکے مسلمان کیونکر روارکھ سکے کہ جاہلانہ وہم جو لوگوں کو گزرتا ہے قرآن عظیم بھی معاذ اللہ اسی وہم پر چلا ہے اور واقع کے خلاف طلوع و زوال کو آفتاب کی طرف نسبت فرما دیا ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ، لاجرم مسلمان پر فرض ہے کہ حرکت شمس و سکون زمین پر ایمان لائے واللہ البہادی۔

(۱۰)

سورہ طہ و سورہ زخرف دو جگہ ارشاد ہوا ہے:



الذی جعل لکم الارض مهداً (القرآن الکریم ۵۳/۲۰ و ۱۰/۴۳)  
وہ جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا کیا  
دونوں جگہ صرف کوفیوں مثل امام عاصم نے جن کی قراءت ہند میں رائج ہے مہدا پڑھا، باقی تمام ائمہ قراءت نے  
مہداً بزویات الف۔ دونوں کے معنی بچھونا، جیسے فرش و فراش یونہی مہدو مہاد۔

(۱)

پس قراءت عام ائمہ نے قراءت کوفی کی تفسیر فرمادی کہ مہد سے مراد فرش ہے۔

مدارک شریف سورۃ طہ میں ہے:

(مہدا) کوفی وغیرہم مہادا و ہما لغتان لما یسط و یفرش (مدارک التنزیل

(تفسیر النسخی) تحت آیہ ۵۳/۲۰ دارالکتب العربی بیروت ۵۵/۳)

(مہدا) یہ کوفیوں کی قراءت ہے ان کے غیر مہدا پڑھتے ہیں، یہ دونوں لغتیں ہیں، اس کا معنی

ہے وہ شے جس کو بچھایا جاتا ہے اور بچھونا بنایا جاتا ہے۔

اسی کی سورۃ زخرف میں ہے:

(مہدا) کوفی وغیرہ مہادا ای موضع قرار (مدارک التنزیل (تفسیر النسخی) تحت

آیہ ۵۳/۲۰ دارالکتب العربی بیروت ۱۱۴/۴)

(مہدا) کوفی قراءت ہے اور ان کے غیر کی قراءت مہدا ہے یعنی قرار کی جگہ

معالم شریف میں ہے:

قرأ اهل الكوفة مهداً اهلنا وفي الزخرف فيكون مصدراً اي فرشاً و

قرأ الآخرون مهادا كقوله تعالى الم نجعل الارض مهادا اي فراشا و هو اسم

ما يفرش كالسائط (معالم التنزیل (تفسیر بغوی) تحت آیہ ۵۳/۲۰ دارالکتب العلمیہ

بیروت ۱۸۶/۳)

اہل کوفہ نے یہاں اور سورۃ زخرف میں مہدا پڑھا ہے یعنی فرش اور دوسروں نے مہادا پڑھا ہے،

جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ”کیا ہم نے زمین کو مہدا نہیں بنایا، یعنی فراش۔ وہ اس چیز کا نام ہے جسے

بچھایا جاتا ہے جیسے بچھونا۔

تفسیر ابن عباس میں دونوں جگہ ہے: (مہدا) فراشا (تنویر المقتباس من تفسیر ابن عباس، تحت آیہ ۱۲۰

۵۳ و ۱۰/۴۳، مکتبہ سرحد مردان ص ۱۹۵ و ۳۰۴) (یعنی بچھونا)، نیز یہی مضمون قرآن عظیم کی بہت آیات میں ارشاد ہے، فرماتا



ہے:

الم نجعل الارض مهاداً (القرآن الکریم، ۶/۷۸)  
کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہ کیا  
فرماتا ہے:

والارض فرشناها فنعم الماهدون (القرآن الکریم، ۳۸/۵۱)  
اور زمین کو ہم نے فرش کیا تو ہم کیا ہی اچھا بچھانے والے ہیں  
فرماتا ہے:

والله جعل لكم الارض بساطاً (القرآن الکریم، ۱۹/۷۱)  
اور اللہ نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا  
فرماتا ہے:

الذى جعل لكم الارض فراشاً (القرآن الکریم، ۲۲/۲)  
جس نے زمین کو تمہارے لئے بچھونا بنایا  
اور قرآن کی بہتر تفسیر وہ ہے کہ خود قرآن کریم فرماتے ہے۔  
[www.alanazal.com](http://www.alanazal.com)

(ب)

بچے ہی کا مہد ہو تو وہ کیا اس کے بچھونے کو نہیں کہتے۔ جلالین سورہ زخرف میں ہے:

(مهاداً) فراشاً کالمهد للصبی (تفسیر جلالین، تحت آیت ۱۰/۴۳)

(مهاداً) بچھونا جیسے بچے کے لئے گہوارہ

لا جرم حضرت شیخ سعدی و شاہ ولی اللہ نے مہد اکا تر جمہ طہ میں فرش اور زخرف میں بساط ہی کیا اور شاہ رفیع الدین  
اور شاہ عبدالقادر نے دونوں جگہ بچھونا۔

(ج)

گہوارہ ہی لو تو اس سے تشبیہ آرام میں ہوگی نہ کہ حرکت میں، ظاہر کہ زمین اگر بفرض باطل جنبش بھی کرتی تو اس سے  
نہ ساکنوں کو نیند آتی ہے کہ گرمی کے وقت ہوا لاتی ہے تو گہوارہ سے اسے بحیثیت جنبش مشابہت نہیں۔ ہے تو بحیثیت آرام و  
راحت ہے۔ خود گہوارہ سے اصل مقصد یہی ہے، نہ کہ ہلانا، تو وجہ شبہ وہی ہے نہ یہ۔ لا جرم اسی کو مفسرین نے اختیار کیا۔

(د)



لطف یہ کہ علماء نے اس تشبیہ مہد سے بھی زمین کا سکون ہی ثابت کیا بالکل نقیض اس کا جو آپ چاہتے ہیں، تفسیر کبیر میں ہے:

کون الارض مہدا انما حصل لاجل کونها واقفة ساکنۃ ولما کان المہد موضع الراحة للصبی جعل الارض مہد الکثرة مافیہا من الراحة (مفاتیح الغیب) (تفسیر کبیر) تحت آیہ ۱۰/۴۳، المطبۃ البیہیۃ المصریۃ مصر، ۱۹۶/۲۷

زمین کا گہوارہ ہونا اس کے ٹھہرنے اور ساکن ہونے کی وجہ سے حاصل ہوا، اور جب گہوارہ بچے کے لئے راحت کی جگہ ہے تو زمین کو اس کے لئے گہوارہ قرار دیا گیا کہ اس میں کئی طرح متعدد راحتیں موجود ہیں۔

خازن میں ہے:

(جعل لكم الارض مہدا) معناه واقفة ساکنۃ یمکن الانتفاع بها ولما کان المہد موضع راحة الصبی فلذلک سمی الارض مہدا الکثرة مافیہا من الراحة للخلق (لباب التاویل فی معانی التزیل) (تفسیر الخازن) تحت آیہ ۱۰/۴۳

دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱/۲، [www.alahazrat.net](http://www.alahazrat.net)

(تمہارے لئے زمین کو گہوارہ بنایا) اس کا معنی ہے کہ وہ ٹھہری ہوئی پرسکون ہے جس سے نفع اٹھانا ممکن ہے۔ جبکہ گہوارہ بچے کے لئے راحت کی جگہ ہے تو اسی لئے زمین کا نام گہوارہ رکھا گیا کیونکہ اس میں مخلوق کے لئے کثیر راحتیں موجود ہیں۔

خطیب شربنی پھر فتوحات الہیہ میں زیر کریمہ زخرف ہے:

ای لو شاء لجعلها متحرکۃ فلا یمکن الانتفاع بها فلا انتفاع بها انما حصل لکونها مسطحۃ قارۃ ساکنۃ (الفتوحات الالہیہ) (جمل) تحت آیہ ۱۰/۴۳، مصطفیٰ البابی مصر، ۷۷/۴

یعنی اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو زمین کو متحرک بناتا جس سے نفع حاصل کرنا ممکن نہ ہوتا۔ نفع تو اس سے اس صورت میں حاصل ہوا کہ وہ ہموار، قرار پکڑنے والی اور ساکن ہے۔

اس ارشاد علماء پر کہ ”زمین متحرک ہوتی تو اس سے انتفاع نہ ہوتا“ کا سہ لسان فلسفہ جدیدہ کو اگر یہ شبہ لگے ”کہ اس کی حرکت محسوس نہیں“ تو ان سے کہئے یہ تمہاری ہوس خام ہے۔ ”فوزمبین“ دیکھئے ہم نے خود فلسفہء جدیدہ کے مسلمات عدیدہ سے ثابت کیا ہے کہ اگر زمین متحرک ہوتی جیسا وہ مانتے ہیں تو یقیناً اس کی حرکت ہر وقت سخت زلزلہ اور شدید آندھیاں لاتی،



انسان حیوان کوئی اس پر نہ بس سکتا، زبان سے ایک بات ہانک دینا آسان ہے مگر اس پر جو قہر رد ہوں ان کا اٹھانا ہزار ہا نس پیراتا ہے۔

(۱۱)

دیباچہ میں جو آپ نے دلائل حرکت زمین کتب انگریزی سے نقل فرمائے الحمد للہ ان میں کوئی نام کوتاہ نہیں سب پادر ہوا ہیں، زندگی بالخیر ہے تو آپ انشاء اللہ تعالیٰ ان سب کا رد بلیغ فقیر کی کتاب فوز مبین کی فصل چہارم میں دیکھیں گے بلکہ وہ آٹھ سطر جو میں نے اول میں لکھ دی ہیں کہ یورپ والوں کو طرز استدلال اصلاً نہیں آتا انھیں اثبات دعویٰ کی تمیز نہیں، ان کے اوہام جن کو بنام دلیل پیش کرتے ہیں یہ یہ علتیں رکھتے ہیں، منصف ذی فہم مناظرہ داں کے لئے وہی ان کے رد میں بس ہیں کہ دلائل بھی انہیں علتوں کے پابند ہوس ہیں اور بفضلہ تعالیٰ آپ جیسے دیندار و سنی مسلمان کو تو اتنا ہی سمجھ لینا کافی ہے کہ ارشاد قرآن عظیم و نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم و مسئلہ اسلامی و اجماع امت گرامی کے خلاف کیونکر کوئی دلیل قائم ہو سکتی، اگر بالفرض اس وقت ہماری سمجھ میں اس کا رد نہ آئے جب بھی یقیناً وہ مردود اور قرآن و حدیث و اجماع سچے۔ یہ ہے بحمد اللہ شان اسلام۔

محبت فقیر! سائنس یوں مسلمان نہ ہوگی کہ اسلامی مسائل کو آیات و نصوص میں تاویلات و دراز کار کر کے سائنس کے مطابق کر لیا جائے۔ یوں تو معاذ اللہ اسلام نے سائنس فبوں می نہ کہ سائنس کے اسلام، وہ مسلمان ہوگی تو یوں کہ جتنے اسلامی مسائل سے اسے خلاف ہے سب میں مسئلہ اسلامی کو روشن کیا جائے دلائل سائنس کو مردود و پامال کر دیا جائے جا بجا سائنس ہی کے اقوال سے اسلامی مسئلہ کا اثبات ہو، سائنس کا ابطال و اسکا ت ہو، یوں قابو میں آئے گی، اور یہ آپ جیسے فہیم سائنس داں کو باذنہ تعالیٰ دشوار نہیں آپ اسے پچشم پسند دیکھتے ہیں ع

وعین الرضاء عن کل عیب کليلة (فیض القدر شرح الجامع الصغیر، تحت الحدیث،

دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۳/۴۸۸)

رضا مندی کی آنکھ ہر عیب کو دیکھنے سے عاجز ہوتی ہے

اس کے معائب مخفی رہتے ہیں مولیٰ عزوجل کی عنایت اور حضور سید عالم ﷺ کی اعانت پر بھروسہ کر کے اس کے دعاوی باطلہ مخالفہ اسلام کو بنظر تحقیر و مخالفت دیکھئے اس وقت ان شاء اللہ العزیز القدر اس کی ملمع کاریاں آپ پر کھلتی جائیں گی اور آپ جس طرح اب دیوبندیہ مخذولین پر مجاہد ہیں یونہی سائنس کے مقابل آپ نصرت اسلام کے لئے تیار ہو جائیں گے کہ ع

ولکن عین السخط تبدی المساویا (فیض القدر شرح الجامع الصغیر، تحت الحدیث



۳۶۶۳، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۲۸۸/۳)

لیکن ناراضگی کی آنکھ عیبوں کو عیاں کر دیتی ہے  
مولوی قدس سرہ المعنوی فرماتے ہیں:

دشمن راہ خدا راہ خوار دار دزد را منبر بردار دار  
(اللہ تعالیٰ کے راستے کے دشمن کو ذلیل رکھ، چور کے لئے منبر مت بچھا بلکہ اس کو سولی پر رکھ)  
(مثنوی معنوی، رجوع بحکایت زاہد باغلام امیر، دفتر پنجم، مؤسسۃ انتشارات اسلام  
لاہور، ص ۳۵۱)

رب کریم بجاہ نبی رؤف رحیم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم ہمیں اور آپ اور ہمارے بھائیوں اہل سنت  
خادمان ملت کو نصرت دین حق کی توفیق بخشے اور قبول فرمائے، آمین!

اللہ الحق امین و اعف عنا و اغفر لنا و ارحمنا انت مولینا فانصرنا علی القوم  
الکفرین ۝ والحمد لله رب العلمین ۝ وصلى الله تعالى على سيدنا و مولینا  
محمد وآلہ وصحبہ و ابنہ و حزبہ اجمعین ۝ امین واللہ تعالیٰ اعلم .  
اے معبود برحق! ہماری دعا قبول فرما اور ہمیں معاف فرما دے اور بخش دے اور ہم پر رحم فرما۔ تو  
ہمارا مولیٰ ہے، تو کافروں پر ہمیں مدد دے۔ اور تمام تعریفیں اللہ رب العلمین کے لئے ہیں۔ اللہ  
تعالیٰ درود نازل فرمائے ہمارے آقا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کی آل، اصحاب،  
اولاد اور تمام امت پر۔ آمین۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔

(ختم شد)